نومبائعین کو فعال حصہ بنانے کیلئے ان پر بوجھ ڈالیں۔
نومبائعین کو مالی قربانی اور تبلیغ کے کاموں میں جھونک دیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22 / ستمبر 1995ء بمقام نن سپیٹ ہالینڈ)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ جب سے دعوت الی اللہ کے کام میں بیدار ہو کر مصروف ہوگئی ہے مولویوں کے کیمپ میں تو گویا کھلبلی مچ گئی ہے۔ پہلے یہ کہا کرتے تھے کہ یہ بہت آگے بڑھ رہے ہیں، بہت تیزی سے ترقی کر رہے ہیں کچھ فکر کرو اور کچھ پیسے دو کچھ ہم بھی کام کریں مقابل پر ہمیں بھی کچھ نہ کچھ کر کے دکھانا ہوگا اور اب کہہ رہے ہیں کہ سب گپیں مار رہے ہیں بالکل ترقی نہیں کر رہے صرف ہماری ترقی سے حسد کرتے ہوئے اب انہوں نے بوکھلا کے یہ باتیں شروع کر دیں کہ ہم بہت ترقی کر رہے ہیں۔ یہ جو اچانک پلٹا کھایا ہے انہوں نے یہ اس بات کا غماز ہے کہ بہت گہری چوٹ پڑی ہے۔ بھنا گئے ہیں ابھی تک ان کو ہوش نہیں آ رہی کہ ہم کریں تو کیا کریں، کس طرح احمدیت کے رستے روکیں لیکن جتنا یہ رستے روکنے کی کوشش کریں گے یہ قطعی یقینی بات ہے اٹل ہے کہ اتنا ہی تیزی سے جماعت اور زیادہ ترقی کرتی چلی جائے گی۔ اب تو ان کی حسرتوں کے دن آ رہے ہیں جو بڑھتے چلے جائیں کے اب تو ہماری مرادیں پانے کے دن آ رہے ہیں اور مرادوں والی راتیں آ رہی ہیں۔ دن بھی ترقی ہوگی اور رات بھی ترقی ہوگی اور ہوتی چلی جائے گی کوئی دنیا کی طاقت نہیں جو اس تقدیر کو اب بدل سکے۔ وہ آثار ہم دیکھ رہے ہیں کس رفتار سے اللہ تعالیٰ ہمیں آگے بڑھا

رہا ہے اور آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ اب تو لاکھوں پر خوشی ہو رہی ہے میں وہ دن دیکھ رہا ہوں جب اس صدی سے پہلے کروڑوں کی تعداد میں ایک ایک سال میں احمدی ہوں گے۔ اب فکر ہے تو سنبھالنے کا فکر ہے۔ مجھے تو بس یہی ایک فکر لگا رہتا ہے کہ ان آنے والے مہمانوں کو سنبھالیں کیسے، کس طرح ان کی عزت افزائی بھی کریں اور ان کو اپنی ذمہ داریاں بھی سمجھائیں تا کہ یہ ہمارے ساتھ Dead weight کے طور پر نہ چلیں بلکہ بوجھ اٹھانے والے ساتھی بن جائیں کیونکہ جتنی آئندہ رفتار میں ترقی دکھائی دے رہی ہے اس رفتار کے ساتھ ہمیں بہت کارکنوں کی ضرورت ہے جو ان کو سنبھالیں، ان کو ساتھ لے کر چلیں اور نئے آنے والوں میں سے ہمیں لازماً وہ تیار کرنے ہوں گے۔

اس وجہ سے میں بہت دیر سے زور دے رہا ہوں کہ اگر آپ نئے آنے والوں کی تربیت کرنا چاہتے ہیں تو ان پر کام کے بوجھ ڈالیں۔ میرا لمبا تجربہ ہے کہ جماعت احمدیہ میں جو پیدائشی احمدی بھی ہوں جب تک ان پر کام کے بوجھ نہ ڈالے جائیں وہ چمکتے نہیں۔ ان کی صلاحیتیں خوابیدہ رہتی ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے کنارے کے احمدی ہیں ان سے بھلا کیا کام لیا جا سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ عجیب فطرت رکھی ہے کہ مومن پر جب بوجھ ڈالا جاتا ہے تو اور ترقی کرتا ہے اور بوجھ بھی ایک ایسا بوجھ ہے جس کو اٹھا کر وہ زیادہ ہلکے قدم ہو کر اور بھی تیزی سے چلتا ہے۔ اس سے پہلے اس کے قدم بوجھل ہوتے ہیں اس کا دل بھاری ہوتا ہے اس کو نماز کی طرف بھی بلاؤ تو بوجھل قدموں سے آتا ہے لیکن جب وہ اس قابل ہو کہ اس پر نماز پر لانے کی ذمہ داری ڈالی جائے تو پھر وہ ہلکے قدموں سے دوسروں کو لینے کے لئے چلتا ہے اور تھکتا نہیں، دن کو بھی یہ کام کرتا ہے رات کو بھی یہ کام کرتا ہے۔ پس بوجھ میں جو دین کا بوجھ ہے، خصوصیت سے جو اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کا بوجھ ہے حقیقت یہ ہے کہ مومن پر وہ بوجھ، بوجھ نہیں ہوتا بلکہ اسے اور بھی زیادہ ہلکا کر دیتا ہے، اس کی زندگی میں ایک تروتازگی پیدا ہو جاتی ہے، اس کے سانس ہلکے ہو جاتے ہیں، لطف آتا ہے لیکن وہ لوگ جو مذہب سے دور ہوں جن کو مذہب سے آشنائی نہ ہو جن کو خدا کا تعارف نہ ہو جن کو اللہ سے محبت نہ ہو ان کے لئے قرآن ایک دوسری مثال پیش کرتا ہے۔ ان کو جب نیک کاموں کی طرف بلایا جائے تو اس طرح چڑھتے ہیں جیسے دل کا مریض سیڑھیاں چڑھ رہا ہو اور اس کی سانس تنگ سے تنگ تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کا سینہ بوجھل ہو جاتا ہے تو دیکھو ان دونوں میں کتنا فرق ہے۔ ایک وہ ہیں

کہ جن پر جب بوجھ ڈالے جائیں تو وہ اور زیادہ ہلکے قدموں کے ساتھ، خوشی کے ساتھ، ذوق شوق سے آگے بڑھتے ہیں اور مزید کا مطالبہ کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن کو معمولی کاموں کی طرف بلاؤ تو تب بھی ان کے دل بھاری ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہ جو نظام مقرر کیا ہے اس کے ساتھ ایک دعا بھی جاری فرمائی ہے اور وہ دعا یہ ہے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ (البقرہ: 287) کہ اے ہمارے اللہ، اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈالنا جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہوں۔ اب یہ مضمون پہلے بھی میں کھول چکا ہوں اس وقت جو باتیں پہلے کر چکا ہوں ان کو نہیں دہراؤں گا۔ صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس سے غلط فہمی شاید یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ مومن بوجھ سے بھاگ رہا ہے اور اسے خوف ہے کہ اللہ اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ ڈال دے گا۔ طاقت کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ استطاعت اور چیز ہے اور طاقت اور چیز ہے۔ ایک انسان جو بہت زیادہ کھانے کی استطاعت رکھتا ہو جب بیمار ہو جائے تو بہت تھوڑا کھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ ان دو چیزوں میں بہت فرق ہے۔ یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ استطاعت سے بڑھ کر بوجھ ڈال دے ہاں جتنی استطاعت عطا فرمائی ہے ہم اسے استعمال نہ کر رہے ہوں اور کمزور ہو رہے ہوں، ہمیں ٹانگیں دی ہیں ہمیں بازو دیئے ہیں، ہم ان کو استعمال نہ کریں اور عدم استعمال کی وجہ سے ایسے لاغر ہو جائیں کہ اگر لمبا عرصہ استعمال چھوڑ دیں تو بعض دفعہ لوگوں کو ہمیں اٹھائے لئے پھرنا پڑے گا۔ اگر بچوں کو چلنے کی تربیت نہ دی جائے تو آٹھ دس سال کی عمر تک اسی طرح رہنے دیں تو شاید ان کو چلنا آئے ہی نہ پھر۔ اگر بولنے کی تربیت نہ دی جائے تو اس پر تو سائنسدانوں نے تجربے کئے ہیں کہ اگر گیارہ بارہ سال تک صلاحیتوں کے باوجود، استطاعت کے باوجود، بچے کی طاقت کو استعمال نہ کیا جائے اور اسے تربیت نہ دی جائے تو اس کے بعد پھر کبھی سیکھ ہی نہیں سکتا، اس کی صلاحیت مر جاتی ہے۔ پس یہ وہم دل سے نکال دیں کہ آپ کو خدا نے یہ دعا سکھائی ہے کہ ہماری استطاعت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالنا، یہ دعا نہیں یہ تو خدا تعالیٰ کے لئے ایک دشنام دہی ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک** اللہ ایسا عقل سے خالی ہے کہ وہ لوگوں پر جتنی استطاعت کا ان کو بنایا ہے اس سے بڑھ کر بوجھ ڈالتا پھرے، یہ تو خدا تعالیٰ کی ہستی پر الزام ہے، یہ دعا نہیں ہے۔ اس لئے یاد رکھیں کہ وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ میں مراد یہ ہے کہ تو نے ہمیں بہت استطاعتیں بخشی ہیں

غیر معمولی صلاحیتیں عطا کی ہیں ہم ایسے نکمے ہیں کہ انہیں استعمال نہیں کر سکے جس کی وجہ سے سر دست ہم میں طاقت نہیں ہے۔

اس کے بعد اسی لئے مغفرت کا مضمون شروع ہوا ہے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اے خدا ہم سے عفو کا سلوک فرما ہمیں بخش دے جو ہم سے غلطیاں ہوئی ہیں، کوتاہیاں ہوئی ہیں، تو نے ہمیں صلاحیتیں عطا کیں اور ہم استعمال نہ کر سکے اور اب ہمیں عادت نہیں رہی اور پھر وَارْحَمْنَا جس طرح کمزور بچے کو، جس کو چلنا نہ آئے حالانکہ چلنا چاہئے آپ جب چلنا سکھائیں گے تو کچھ تکلیف اسے پہنچے گی لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آٹھ سال کے ہو گئے ہو اب تم نے ضرور اتنا ہی چلنا ہے جس طرح باقی بچے چلتے ہیں۔ اگر ماں باپ کی غلطی سے یا کچھ اور معاشرے کی خرابی سے اسے ٹانگیں استعمال کرنے کی طاقت نصیب ہی نہیں ہوئی تو پھر رحم کا معاملہ ہے، پھر شروع میں رحم کیا جاتا ہے اور بچوں کے ساتھ اسی مضمون میں خدا تعالیٰ نے رحم کا مضمون بھی بیان فرمایا ہے اور بوڑھوں کے ساتھ بھی، جیسا کہ فرمایا رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل: 25) دعا سکھائی انسان کو کہ اے اللہ میرے ماں باپ پر اسی طرح رحم فرما جس طرح بچپن میں رحم کے نتیجے میں ہماری تربیت کیا کرتے تھے اور ہماری صلاحیتوں کو اجاگر کیا کرتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جو صلاحیتیں بخشی ہیں اللہ کا حق ہے کہ ان تمام صلاحیتوں کے مطابق آپ پر بوجھ ڈالے۔ لیکن آپ سے کوتاہی ہوئی ہم سے کوتاہی ہوئی، ہم ان صلاحیتوں کے باوجود سوتے رہے، غفلتوں میں پڑے رہے، ان کو استعمال نہ کر سکے اس کے نتیجے میں اب ناطاقتی محسوس کرتے ہیں، تھوڑا سا کام بھی دیا جائے تو بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ اس کا کیا علاج ہے؟ اس کا علاج ایک تو یہ دعا ہے، دوسرے کام ڈالنا ہے کمزوروں پر۔ یہ علاج نہیں ہے کہ کمزوروں کے سپرد کام نہ کیا جائے اور جتنے بھی اچھے ورکر، اچھے کارکن خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو مہیا ہوئے ہیں، شاذ ہی ان میں سے ایسے ہوں گے جو بچپن ہی سے اچھے کام کرنے والے تھے، جن کو فطرتاً شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس طرف رجحان عطا کیا تھا۔ بڑی تعداد ان میں سے ایسی ہے جو بظاہر نکمے محسوس ہوتے تھے۔ نہ کام کی عادت، نہ کام کا پتا، نہ کام کا تجربہ اور دیکھنے میں لگتا تھا بھلا ان پر بوجھ ڈالو تو کیسے اٹھا سکیں

گے اور جب ڈالے گئے تو اللہ نے ان کو طاقت عطا فرمائی اور اس دعا کے ساتھ جب وہ کام کرتے ہیں تو پھر بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرتے ہیں۔

تو اگر جماعت کا ایک حصہ فعال نہیں ہے تو ہمارا قصور ہے۔ ان کا قصور ہے جن کو خدا نے فعال ہونے کی طاقت بخشی ہے، جن کو یہ دعا سکھائی ہے، جو ان باتوں کو جانتے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ اپنے بھائیوں پر بوجھ ڈالیں اور بوجھ ڈال ڈال کر ہی ان کو آگے بڑھائیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ بوجھ ڈالتے وقت آپ بھی تو خدا سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ اے ہمارے رب! ہم پر طاقت سے بڑھ کر بوجھ نہ ڈالنا۔ تھوڑا تھوڑا ڈالیں اتنا کہ وہ خوشی سے اٹھا سکیں اور جب اس کو اٹھائیں گے تو پھر اور کی طلب پیدا ہوگی پھر اور کی طلب پیدا ہوگی۔ وہ لوگ جو ورزش کر کے جسم کماتے ہیں پہلے دن ہی ان کو جسم کمانے کا ویسا شوق نہیں ہوتا بلکہ شروع شروع میں تو پچھتاتے ہیں کہ ہم کس مصیبت میں پڑ گئے جسم میں کھلیاں پڑی ہوئیں اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو رہا ہے۔

ایک اعلیٰ مقصد کے لئے اپنی طاقتیں بناتے ہیں اس وجہ سے ان کو یہ خطرہ کوئی نہیں کہ محض کام کی خاطر کام کر رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جب وہ کام کرتے ہیں اس کی جزا بھی ان کو ملتی ہے اور کئی طریقے سے جزا ملتی ہے۔ اس لئے جب آپ کسی کے سپرد کرتے ہیں تو یہ نہ دیکھا کریں کہ وہ تو ادنیٰ ہے، معمولی ہے، اس کے سپرد یہ کام کیوں کر دیں۔ درحقیقت جب آپ ادنیٰ سمجھ کر کسی کے سپرد کام نہیں کرتے تو آپ کے اندر ایک تکبر کا مادہ ہے اور تکبر کے نتیجے میں ضرور نقصان پہنچتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے پہلی کہانی میں ہی ہمیں یہ سبق سکھایا کہ اللہ نے تو مٹی کے سپرد کام کر دیا اور شیطان نے تکبر سے کام لیا کہ یہ اس ذلیل چیز کے سپرد تو نے کام کر دیا یہ کام کیسے کر سکے گا، یہ تو مٹی سے پیدا ہوا ہے، مٹی میں کہاں استطاعت ہے، ہاں آگ میں یہ طاقت ہے اس میں روشنی بھی ہے اس میں جان بھی ہے وہ بڑے بڑے کام کر کے دکھاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے دھتکار دیا کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ کام سپرد کرنے میں مٹی ہونا بھی ایک بہت ہی اہم صفت ہے۔ وہ لوگ جو نفس کے لحاظ سے مٹی ہو چکے ہوں انہی کو استطاعت ملتی ہے کہ ان سے آدم پیدا کئے جائیں۔ پس آپ آدم بنانے والے آدم ہیں کیونکہ خدا کی نمائندگی میں جب خدا نے آپ کو اپنا خلیفہ بنا دیا تو پھر آپ نے

آ گے اور آدم پیدا کرنے ہیں۔

پس اس پہلو سے دو طرح کے کام ہیں جن کو لازماً ہمیں ہر طرف ہر جگہ شروع کرنا ہوگا۔ اول وہ احمدی جو ابھی کمزور ہیں اور بڑی بھاری تعداد ہے ان کی۔ جو کمزور ہیں، جن کو کام کی عادت نہیں ان کے سپرد ذمہ داریاں ہی کوئی نہیں کی گئیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ایک ایک احمدی کو کاموں میں لپیٹ لیں۔ ایک عام لام بندی ہو جائے جس میں کوئی بھی باقی نہ رہے۔ دیکھو جب امن کا دور ہو تو اس وقت ہر ایک کے لئے فوج میں شامل ہونا ضروری نہیں ہوا کرتا ایک معمولی تعداد ہے جسے شامل کر لیا جاتا ہے۔ مگر جب قوم کی بقاء کا سوال پیدا ہو جب زندگی اور موت کا مسئلہ ہو اس وقت پھر حکومتوں کی طرف سے عام لام بندی کے اعلان ہو جاتے ہیں کہ جو بھی میسر ہے سب کو لپیٹ لو، بڑے بوڑھے چھوٹے سب حاضر ہو جائیں۔ دیکھو جنگ بدر میں بھی تو ایسا ہی وقت تھا سب کو حاضر کر دیا گیا۔ نہ کوئی بوڑھا چھٹا نہ کوئی جوان نہ بچہ، نہ لولہ نہ لنگڑا، کمزور آنکھوں والے، کمزور جسم والے، ہر قسم کے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور وہ مٹی تھی جس مٹی سے خدا نے ایک آدم پیدا کیا اسی مٹی پر جب خدا نے اپنی روح پھونکی تو اس نے بڑے بڑے سورماؤں کے چھکے چھڑا دیئے۔ تو جب مٹی خدا سے اذن پا لیتی ہے جب اس میں اللہ کی روح پھونکی جاتی ہے تو پھر آگ کی کوئی پیش نہیں جاتی کہ اس مٹی کو ہلاک کر سکے۔

پس جماعت احمدیہ وہ مٹی ہے جس مٹی سے آئندہ بنی نوع انسان کی تعمیر ہونی ہے، جس مٹی نے از سر نو آدم بنانے ہیں۔ پس اس پہلو سے اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اپنے کمزوروں پر بوجھ ڈالیں، اپنے کمزوروں کے سپرد ذمہ داریاں کریں لیکن جب میں یہ ہدایت کرتا ہوں تو یہ یاد رکھیں کہ اس کے ساتھ ہم نے بعض اور شرائط مقرر کر رکھی ہیں ان کو پورا کئے بغیر ہم کمزوروں پر بوجھ ڈال نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ لوگ جن پر بوجھ ڈالا جائے اور نہ اٹھائیں اور اسے رد کر چکے ہوں ان پر مزید بوجھ ڈالنا جائز نہیں، ان کی طاقت سے بڑھ کر ہے پس اسی لئے میں نے شرط لگا رکھی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآنی تعلیم کی رو سے جو مالی قربانی کا ارشاد فرمایا ہے اگر کوئی اس میں حصہ نہیں لیتا اور استطاعت کے باوجود نہیں لیتا اور استطاعت زیادہ ہے اور تخفیف سے اس کام کو دیکھتا ہے یا اس کے دل کی خساست اس پر غالب آ جاتی ہے اور جانتا ہے کہ جو خدا نے دیا ہے خدا کے علم میں ہے کہ میں نے کتنا دیا ہے اس کے باوجود جماعت کے سامنے معمولی

معمولی رقمیں لکھوا کر سمجھتا ہے کہ میں نے جان بچالی ہے ایسا شخص وہ ہے جس کو اس ذیل میں شمار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی ابھی طاقت نہیں ہے ان پر پہلے تھوڑا تھوڑا بوجھ ڈالو۔ تھوڑا بوجھ ڈالنے کا دوسرا مضمون ہے جوان کے حق میں جاری ہوتا ہے۔

ایسے لوگوں کے متعلق میں نے کہہ رکھا ہے کہ جن کو مالی استطاعت نہ ہو، قرضوں میں مبتلا ہیں، دوسری ضروریات ہیں ہر انسان کے اپنے اپنے حالات ہیں آپ کو بعض دفعہ وہ امیر دکھائی دیتا ہے مگر اس کی ایسی ذمہ داریاں ہیں مثلاً پاکستان میں اس کے رشتے دار ہیں، غریب بیوہ، بہنیں ہیں وغیرہ وغیرہ اس کو چاہئے تفصیل نہ لکھے لیکن مجھے صرف اتنا لکھ دے کہ میں اس وقت استطاعت نہیں رکھتا کہ پوری طرح چندہ ادا کرسکوں اور کسی تحقیق کی ضرورت نہیں، کسی عہدے دار کی سفارش کی ضرورت نہیں، جو مجھے لکھے گا میں سو فیصدی بات مان لوں گا لیکن پھر میری اجازت کے ساتھ وہ اتنا ادا کرے گا جتنا اس کو جماعت نے اس کا وعدہ قبول کرتے ہوئے اس پر ذمہ داری ڈالی ہے وہ پھر اسے ضرور ادا کرنا ہوگا۔ پس ایسے لوگ بھی ہیں جن پر طاقت کے مطابق مالی بوجھ ڈالے جاتے ہیں اس لئے یہ مضمون کلیۃً بے تعلق نہیں ہے لیکن جو سب کچھ ہوتے ہوئے پھر حاضر نہیں ہوتے، خدا کا دیا ہوا خدا کی رضا کی خاطر اس کے حضور واپس نہیں کرتے، ان کا پھر یہ حق نہیں کہ ان پر دوسرے بوجھ ڈالے جائیں۔ وہ تو اپنی دنیا پر راضی ہیں، دنیا میں رہیں ایسے لوگوں سے کوئی جماعتی خدمات نہیں لینی لیکن جنہوں نے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اپنی جائز ضروریات کے پیش نظر اس جھگڑے میں پڑے بغیر کہ وہ سچ بول رہے ہیں یا نہیں بول رہے جو بھی مجھے کہا میں نے مان لیا، جو اس شرط کو پورا کر دیتے ہیں ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے، ان کے سپرد ذمہ داریاں کی جاسکتی ہیں مگر عہدے نہیں۔ ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے میں بات کھول رہا ہوں کہ اب یہ عام سلسلہ چلے گا، کثرت کے ساتھ جماعت میں لوگوں پر ذمہ داری ڈالی جائے گی جن پر پہلے نہیں تھی یہ بات خوب کھل جانی چاہئے کہ میری کیا مراد ہے۔ ایسے لوگوں پر کام کی ذمہ داریاں ڈالیں مگر عہدے اس لئے نہیں کہ جو عہدے دار ہے اس کو ایک نمونہ ہونا چاہئے اس پر حرف نہیں ہونا چاہئے۔ جو اس کے ذاتی معاملات ہیں وہ خدا کی نظر میں ہیں ہمیں اس سے غرض نہیں ہے۔ جب تک خدا کسی پرستاری کے پردے رکھتا ہے کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ جھانک کر اس کے گھر میں دیکھے اگر ایسا کرے گا تو خدا کسی پرستاری کے پردے رکھتا

ہے کسی کو حق نہیں ہے کہ وہ جھانک کر اس کے گھر میں دیکھے اگر ایسا کرے گا تو خدا خود اس کو بے پردہ کر دے گا۔ اس لئے جہاں تک ظاہر کا تعلق ہے اگر کوئی شخص ظاہر کی شرائط پوری کرتا ہے اور عام طور پر دین دار اور متقی دکھائی دیتا ہے اور مالی قربانی میں حسب استطاعت حصہ لیتا ہے اور اگر کمزوری ہے تو پھر اپنی ناطاقتی ظاہر کر کے طاقت کے مطابق بوجھ اٹھانے کا وعدہ کرتا ہے تو ایسے شخص پر ذمہ داری ڈالی جاسکتی ہے۔ مگر جب عہدے دار بنایا جائے تو پھر سب کی نظر ہوتی ہے اور لوگ دیکھتے ہیں کہ کس قسم کا عہدے دار ہے۔ اگر وہ مالی قربانی میں پیچھے ہے تو یہ اچھا نمونہ نہیں ہوتا، جماعت پر بداثر پڑتا ہے۔ اس مجبوری کے پیش نظر یہ میں اعلان کر رہا ہوں، پہلے بھی کر چکا ہوں کہ عہدوں کو چھوڑ کر دوسرے کام سپرد کریں اور اگر آپ کام سپرد کریں گے تو کاموں کی برکت سے پھر ان کے دل بھی کھلیں گے اور ان کی دوسری کمزوریاں بھی دور ہوں گی کیونکہ ایک حصے میں طاقت پیدا ہو تو اس سے دوسرے حصے میں بھی بسا اوقات طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

تو اس پہلو سے لازم ہے کہ ہم جماعت میں زیادہ سے زیادہ کارکن پیدا کریں کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے بہت بڑے بڑے بوجھ پڑنے والے ہیں اور ان کے لئے جو ہم دعا مانگتے ہیں کہ ہماری طاقت سے بڑھ کر ہم پر بوجھ نہ ڈال تو یہ مراد نہیں ہے کہ طاقت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی۔ دراصل یہ وہ مضمون نہیں ہے جو میں نے کہا تھا کہ کم کی دعا مانگی جارہی ہے۔ اصل میں دعا مانگی جارہی ہے زیادہ سے زیادہ کی۔ ہماری جتنی طاقت ہے اتنا بوجھ ڈال دے اور جب طاقت کے مطابق بوجھ پڑے تو طاقت ضرور بڑھتی ہے اگر استطاعت سے زیادہ نہ ہو تو اگر استطاعت سے زیادہ بوجھ ہو تو طاقت ٹوٹ جاتی ہے اور انسان کا جسم اس زیادہ بوجھ سے پارہ پارہ ہو جاتا ہے، اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

اس لئے دعاؤں کے مضمون کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا ہماری طاقت کے مطابق بوجھ ڈال دے ہم پر، ہم حاضر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اگر ایک دن میں بیس میل چل سکتا ہے تو یہ دعا کر رہا ہے کہ اے خدا بیس میل ضرور چلا، اس سے زیادہ نہیں لیکن جو بیس میل چلے گا اس کی طاقت بڑھ جائے گی اور یہ دعا اس کا پیچھا نہیں پھر چھوڑے گی۔ اگلی منزل پر یہ دعا پھر حاضر ہو جائے گی، اس کو پکڑ لے گی کہ تم نے تو یہ کہا تھا نا کہ مجھے طاقت کے مطابق

بوجھ ڈال تو اب تیری طاقت تیس میل ہو چکی ہے، اٹھ اور تیس میل چل کے دکھا اور جب وہ تیس میل چلے گا تو پھر جب تک استطاعت کا آخری کنارہ نہیں آتا اس کی طاقت بڑھتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے مطالبے بھی بڑھتے چلے جائیں گے۔

پس اس پہلو سے جماعت کی تربیت کرنے میں لازم ہے کہ ہم سب احمدیوں پر طاقت کے مطابق بوجھ ڈالیں اور یہ نہ ہو کہ یہ فعال حصہ ہے، یہ غیر فعال حصہ ہے۔ غیر فعال پر جب ذمہ داری ڈالی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ دل میں ایمان ہے اور دین کی محبت تو ضرور موجود ہوتی ہے اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ رحم فرماتا ہے اور پھر ایسے لوگوں کو طاقت کے مطابق ہی نہیں، پھر طاقت کو بڑھا کر، پہلی طاقت سے بہت بڑھ کر بوجھ اٹھانے کی توفیق بخش دیتا ہے۔ پس ایک تو یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی عددی طاقت کو حد استطاعت تک استعمال کر دیں۔ جتنی ہماری عددی طاقت ہے اس وقت اس کا پانچ فیصد یا دس فیصد استعمال ہو رہا ہے۔ اگر تمام نو مبائعین کو شامل کر لیا جائے تو ہوسکتا ہے دو فیصد استعمال ہو رہا ہو اور جو بھی خدا تعالیٰ ہمیں پھل عطا فرما رہا ہے یہ تمام عالمی جماعت کے دو فیصد کا نتیجہ ہوگا یا مالی لحاظ سے اگر دیکھیں تو شاید پانچ فیصد کا نتیجہ ہو کیونکہ اگر ہم ایک کروڑ ہیں تو ساری دنیا میں کل چندہ دہندگان ہر طرح کے ملا کر پانچ لاکھ سے زیادہ نہیں۔ اگر چار لاکھ ہیں تو پھر چار فیصد ہے جو حصہ لے رہا ہے لیکن چندے میں یہ جو فیصد ہے اس کو بھی سمجھنا ضروری ہے۔ جب تعداد گنتے ہیں تو اس میں نہ کمانے والے بچے بھی گن لئے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ عورتیں ہیں جو خود گھر چلانے کی ذمہ داری ادا کر رہی ہیں، کما تو رہی ہیں مگر اور رنگ میں کما رہی ہیں۔ وہ اپنی محنت کا پھل کھاتی ہیں مگر خاوند کے مال پر گھر چلتا ہے اس لئے لگتا یہ ہے کہ صرف خاوند کما رہا ہے۔ وہ بھی کچھ نہ کچھ چندہ ضرور دیتی ہیں مگر بچے تو اکثر چندوں کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اس لئے اگر چار لاکھ بھی ہو میں نے ابھی تک پورا صحیح اندازہ نہیں لگایا لیکن شاید چار لاکھ سے بھی کم ہو، ہوسکتا ہے دو لاکھ ہو۔ تو دو لاکھ کا مطلب یہ ہوگا کہ جو ہمارے کمانے والے ہیں ان کا تقریباً بیس فیصد ایسا ہے جو چندے دے رہا ہے اور بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سے ایسے علاقے ہیں مثلاً افریقہ کے جہاں جماعت کثرت سے پھیل رہی ہے، پھر یورپ کی نئی قوموں میں بڑی کثرت سے پھیل رہی ہے، ان کو ابھی ان باتوں کا پتا ہی نہیں کہ مالی قربانی کیا ہوتی ہے۔ اس لئے کبھی کبھی جب ان سے مطالبے کئے جاتے ہیں کچھ نہ کچھ وہ پیش کر

دیتے ہیں۔مگر جو میں شمار بتا رہا ہوں ان میں ان کی گنتی نہیں ہوتی یعنی لاکھ دو لاکھ جتنے بھی با قاعدہ دینے والے ہیں ان میں ان کو شمار نہیں کیا جاتا تو ان کو بھی چندہ دہندہ بنانا یہ بھی ان کی طاقت بڑھانے کے لئے ضروری ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ابھی ایک بڑی گنجائش ان لوگوں میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان کے اوپر ہمیں توفیق بخشے کہ طاقت کے مطابق بوجھ ڈالیں تو پھر ان کی طاقتیں بڑھانا شروع کر دے گا اور اگر استطاعت تک جماعت کی طاقتیں پھیل جائیں تو دنیا تو ایک چھوٹی سی چیز آپ کے سامنے رہ جائے گی اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہ جاتی۔جو تبلیغ والے ہیں وہ چندوں کے لحاظ سے، چندہ دینے والوں میں ابھی بہت پیچھے ہیں کیونکہ چندہ دینے کا نظام حضرت مصلح موعودؓ کے زمانے میں بہت ہی محنت کے ساتھ بڑے لمبے عرصے میں مستحکم کیا گیا ہے اور دعوت الی اللہ کا نظام ابھی گزشتہ دس بارہ سال کی بات ہے یہ با قاعدہ چندے کے نظام کے طریق پر بلکہ بعض جگہ اس سے بھی زیادہ کوشش کے ساتھ مستحکم کیا جا رہا ہے اور اب تک جو خدا کے فضل سے نتائج نکلے ہیں وہ حیرت انگیز ہیں، میری توقع سے بہت بڑھ کر ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کسی شخص کو جو نا دہندہ ہو، دہندہ بنانا نسبتاً آسان ہے مگر غیر مبلغ کو مبلغ بنا دینا کہ وہ آگے پھر پھل پیش کر سکے یہ ایک بہت مشکل کام ہے۔اس لئے جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے محض اللہ کا احسان ہے اس میں ہمارے نفس کو کسی دھوکے میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا نے ہمیں اس زمانے میں داخل کر دیا تھا جو پھلوں کا زمانہ ہے جو نئی بہاروں کا زمانہ ہے۔

ہم اس دور میں داخل ہو چکے ہیں جس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کام شروع کیا تھا اور جس دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ سے غیر معمولی نشانات پاتے ہوئے حیرت انگیز انقلابات کی بنیاد رکھی تھی۔پس میں سمجھتا ہوں کہ ہر صدی کے بعد یہ موسم آیا کریں گے اور ان معنوں میں دین کی تجدید ہوا کرے گی لیکن خلیفہ، خلیفہ ہی ہوگا مجدد نہیں ہوگا۔خدا تجدید کیا کرے گا کیونکہ وہ موسم جب خدا کے بڑے بڑے عظیم مقرب بندے پیدا ہوتے ہیں اور بڑے کام شروع کرتے ہیں ان موسموں میں بھی ایک برکت پڑتی ہے ان میں دہرائے جانے کی طاقت ہوتی ہے۔ پس جس طرح تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے یعنی برے معنوں میں دہرائے جانے کی طاقت ہوتی ہے۔اس طرح اللہ کے فضل سے میں سمجھتا ہوں کہ اچھی تاریخ بھی اپنے آپ کو دہراتی ہے اور

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دور اسی طرح برکتیں لے کے آرہا ہے جس طرح پہلے لے کے آیا تھا۔ اس لئے ہمیں اس غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ بے وقوفی ہوگی اگر ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جائیں کہ ہمیں خدا بڑے بڑے کاموں کی توفیق بخش رہا ہے۔ بخش تو رہا ہے لیکن کیوں بخش رہا ہے اس لئے کہ موسم وہ آ گیا ہے جس موسم میں خدا کے فضلوں نے پھل لگانے ہی لگانے ہیں۔

جب پھلوں کے موسم آتے ہیں تو جڑی بوٹیوں کو بھی پھل لگ جاتے ہیں، گھاس بھی پھل دار ہو جاتے ہیں کانٹے دار جھاڑیاں بھی پھل دار ہو جاتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ جو موسموں کو دہرایا ہے اس میں اگرچہ محض اللہ کا فضل ہے لیکن ساتھ ایک قانون یہ بھی رکھا ہے کہ تمہیں کچھ نہ کچھ تو ہاتھ ہلانا ہوگا کچھ تو کوشش کرنی ہوگی اگر تم کچھ نہیں کرو گے تو یہ موسم آ کے گزر جائے گا اپنے پھل اپنے ساتھ لے جائے گا پھر وہ ان کو جھاڑ دے گا یا بوسیدہ ہو جائیں گے یا مٹی میں مل جائیں گے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ پس یہ درست ہے کہ ہماری محنت نہیں ہے محض اللہ کا فضل ہے مگر یہ بھی درست ہے کہ اللہ کا فضل بھی محنتوں کے تقاضے کرتا ہے اور کچھ نہ کچھ تو ہاتھ ہلانے کی توقع خدا اپنے بندوں سے رکھتا ہے۔ اگر وہ اتنا بھی نہیں کریں گے کہ اس کے فضلوں کو سمیٹ سکیں تو ان فضلوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ پس اس پہلو سے اب پھل اتنے ہو چکے ہیں اور اتنے بڑھ رہے ہیں کہ سمیٹنے والے ہاتھوں کی بڑی ضرورت ہے۔

سندھ میں ہمیں زمیندارے کا موقع ملا ہے مجھے خود ذاتی طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اپنے حصہ کا نگران بنایا ہوا تھا تو وہاں سندھ میں میں نے دیکھا ہے ہمیشہ جب پھل کا وقت آتا ہے تو مقامی زمیندار جو پھل کاشت کرتے ہیں وہ سنبھال نہیں سکتے۔ اس لئے وہ تھر سے مزدور آتے ہیں اور بہت زیادہ آدمیوں کی ضرورت درپیش ہوتی ہے جو آ کے پھر فصلوں کو سنبھالتے ہیں اگر نہ سنبھالیں گے تو ساری فصلیں ہاتھ سے نکل جاتی ہیں۔ پس جب پھل زیادہ ہوں تو مزدوروں کی بھی ضرورت پیش آتی ہے اور زیادہ مزدور چاہئیں۔ ہمیں بھی خدا کی راہ کے مزدوروں کی ضرورت ہے اور اس طرف میں جماعت کو بلا رہا ہوں کہ اس مزدوری کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دو۔ تم میں جو بھی استطاعت ہے انکساری کے ساتھ وہی استطاعت لے کر جماعت کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور

جماعت کے عہدیداران جن شرائط کے ساتھ میں نے کام لینے کی اجازت دی ہے ان شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان مزدوروں کو سمیٹیں، ان کے سپرد کام کریں اور جتنا آپ ان پر کام ڈالیں گے دیکھنا کہ ان کی استطاعت بڑھتی چلی جائے گی۔

یہ جو مضمون ہے رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ اس کو اگر صحیح معنوں میں سمجھ جائیں تو گردوپیش پر نظر ڈالیں تو پھر آپ کو گردوپیش کے معنی بھی اور طرح دکھائی دیتے ہیں۔ وہ شخص جس کو آرا چلانا نہیں آتا، جس کو تیسی سے کام لینا نہیں آتا بسا اوقات جب وہ لکڑی کا کام کرتا ہے یا اینٹ پتھر کا کام کرتا ہے تو اپنی انگلیاں کاٹ لیتا ہے لیکن کچھ مزدور ہیں جو بے چارے کچھ نہیں سمجھ رہے ہوتے وہ صرف مستریوں کے مددگار بن کے کام کر رہے ہیں، کوئی لکڑیاں پکڑا رہا ہے، کوئی اینٹ پتھر اٹھا اٹھا کے لا رہا ہے لیکن یہ بات بھولنی نہیں چاہئے کہ وہ لوگ جو معمار ہیں یا نجار ہیں وہ بھی پہلے مزدور ہی تھے۔ وہ بھی اسی طرح پتھر ڈھو کر لایا کرتے تھے یا لکڑیاں پکڑایا کرتے تھے یا کیل کانٹے ہاتھ میں دیا کرتے تھے لیکن جب تھوڑا تھوڑا ان پر کام ڈالا گیا تو دیکھتے دیکھتے وہ بڑے بڑے ماہر مستری بن گئے اور بعض دفعہ انہی مزدوروں میں سے ان سے بہت بہتر مستری بن جاتے ہیں جنہوں نے ان کو کام سکھایا ہو۔ تو آئیں گے تو آپ مزدور کے طور پر، خدا کی راہ کے مزدور کے طور پر یہی بہت بڑی عزت ہے لیکن اللہ آپ ہی میں سے پھر ہر قسم کے معمار اور نجار پیدا کرے گا، ہر قسم کے ماہرین پیدا کرے گا جو آگے کام سنبھالنے کی استطاعت حاصل کریں گے جن کی طاقت کے مطابق کام کرنے کے نتیجے میں ان کی طاقتیں بڑھائی جائیں گی۔

پس اس پہلو سے جو دو یا چار فیصد ہم ہیں کام کرنے والے، حقیقت میں ان کی بھی پوری صلاحیتیں ابھی چمکی نہیں ہیں۔ ان میں بھی بڑی بھاری تعداد ہے جن کی پوری صلاحیتیں بروئے کار نہیں آئیں، جنہوں نے زیادہ مشق نہیں ابھی تک کی کاموں کی یا کاموں کی ذمہ داری کو احسن رنگ میں پوری بشاشت سے ادا نہیں کر رہے۔ اب سوچیں کہ اگر ان کی استعدادیں اپنی انتہا کو پہنچ جائیں جن انتہاؤں کے لئے خدا نے ان کو بنایا ہے اور وہ سارے جو اس سے پہلے فارغ بیٹھے ہوئے ہیں اور صرف مزے لے رہے ہیں دیکھ کر کہ جماعت ترقی کر رہی ہے وہ بھی اپنے آپ کو حاضر کریں اور پھر ان کی استعدادیں بھی چمکائی جائیں اور دن بدن اللہ کے فضل کے ساتھ ان میں نئی صلاحیتیں پیدا

ہونے لگیں تو سوچیں کہ جماعت کی طاقت کتنی بڑھ جائے گی۔ اگر یہ جماعت نہ بھی پھیلے صرف استعدادوں میں ہی نشوونما پائے اور اونچی ہونے لگے تو دنیا کی عظیم ترین جماعت بننے کی صلاحیت آج بھی آپ میں موجود ہے، ایسی عظیم جو ساری دنیا میں انقلاب برپا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لیکن اس پر آپ جمع کریں وہ نئے آنے والے، اگر ان کی تربیت کا آپ حق ادا کریں تو پھر اندازہ کریں کہ خدا کے فضل کے ساتھ روزمرہ کتنی بشاشت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ جب ایک پارٹی کام کر رہی ہو اور اس کی طاقت کے برابر کام ہو، ابھی کام باقی ہو کچھ نئے آنے والے شامل ہو جائیں تو دیکھو کیسا ان کو حوصلہ ملتا ہے اور اسی وجہ سے ان کی طاقت بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر نئے آنے والے شامل نہ ہوں تو بعض دفعہ وہ انسان نفسیاتی مایوسی کا شکار ہو کر اپنی طاقت کو پوری طرح استعمال کرنے کا اہل نہیں رہتا، طاقت ہوتے ہوئے بھی وہ کام کو اپنی طاقت سے بڑھتا ہوا دیکھتا ہے لیکن یہ لازم ہے کہ اگر ایسی صورت میں کمک آ جائے تو اچانک نئے حوصلے پیدا ہوتے ہیں، بڑے ولولے پیدا ہو جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں پھر دشمن کے دل ہار جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے جنگ احزاب میں ایک ایسی بات کی جس کی بہت سے مؤرخین کو سمجھ نہیں آتی۔ جب آندھی چلی ہے اور دشمن کے خیمے اکھڑنے لگے تھے ابھی سراسیمگی کا عالم طاری نہیں ہوا تھا تو آنحضرت ﷺ نے بڑے زور اور بڑی قوت سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ آپؐ نے وہ نعرے اس لئے بلند کئے تھے کہ آپ خدا کی طرف سے آثار رحمت کو آتا ہوا دیکھ رہے تھے اور بعید نہیں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتایا ہو کہ دشمن کے بھاگنے کا وقت آ گیا ہے۔ مگر وہ نعرے جو تھے انہوں نے دو طرح کام کیا۔ سخت تھکے ہوئے، سخت کمزور مسلمانوں میں نئی جان پڑ گئی، ایسے حیرت انگیز جوش اور ولولے سے بھر گئے کہ تمام مسلمانوں کا کیمپ نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھا اور دشمن نے جب یہ سنا تو وہ یہ سمجھا کہ صرف آندھی ہی نہیں ان کو کوئی کمک حاصل ہوگئی ہے کیونکہ اتنا بڑا حوصلہ اتنی تھکی ہوئی جماعت میں سوائے اس کے پیدا ہو ہی نہیں سکتا کہ کہیں سے کمک آ گئی ہو۔ کمک تو آئی تھی لیکن وہ فرشتوں کی کمک تھی جس کو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے۔ پس اس نے دوہرا کام کیا اور مؤرخین یہ ضرور بتاتے ہیں۔ خاص طور پر جو مستشرقین ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ، رسول اللہ ﷺ نے چال چلی تھی۔ چال کیسی چلی تھی اس کے ساتھ تو ساری ہوا چل پڑی تھی، آندھی برپا ہوگئی تھی یہ خدا کی چال تھی

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصرف کے نتیجے میں آنحضرت ﷺ نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے لیکن خدا کی چال جب چلتی ہے تو کسی دشمن کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ تمام دشمن کیمپ میں جو بے شمار تعداد میں محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے زیادہ تھا یہ خوف برپا ہو گیا کہ ایک تو اوپر سے آندھی چل پڑی ہے اور پھر ہماری آگیں بجھ گئی ہیں۔ اب یہ بھی کوئی نعروں سے تو نہیں بجھی تھیں۔ وہ مشرک تھے، وہ آگ کی پرستش کرنے والے لوگ تھے، تمام واقعات بیک وقت اکٹھے رونما ہوئے ہیں اور ایک خاص مقصد کی خاطر ایسا ہوا ہے۔ وہ جو آندھی چلی ہے تو وہ آگ جس کی وہ بڑی حفاظت کیا کرتے تھے جس کو خدائی کا نشان سمجھتے تھے تیز آندھیوں میں بھی وہ جلتی تھی اور جلتی رہتی تھی لیکن یہ وہ آندھی تھی جس کا مقابلہ وہ آگ نہ کر سکی اور وہ ایک نشان بن گئی کہ اب تمہاری آگ کے بجھنے کے دن آگئے ہیں۔ وہ جب دیکھا تو مشرک تو ہم پرستوں کے تو چھکے چھوٹ گئے اور ان کے لیڈر نے فوری طور پر اپنی اونٹنی کو پکڑا ہے اور پیشتر اس کے کہ وہ اعلان کر سکتا اس نے خود بھاگنے کی کی۔ وہ سمجھا کہ اب دشمن آپہنچا ہے ہمارے اوپر اور حالت یہ تھی کہ وہ کلے سے بندھی ہوئی تھی اس کو کھولنا بھی بھول گیا۔ اس کو ایڑ لگاتا تھا، مارتا تھا اور اس سے بھاگا نہیں جاتا تھا۔ اس سراسیمگی کے عالم کو دیکھ کر سارے دشمن کیمپ میں افراتفری پڑ گئی اور وہ اٹھ دوڑے۔ تو یہ اس کی بنیاد اگر دیکھیں تو کمک سے بنتی ہے۔ کمک کا مضمون بڑا گہرا ہے جو جنگی داؤ پیچ میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے مگر یہ کمک تھی جو اللہ کی طرف سے آئی تھی۔ آپ کی کمک بھی اللہ ہی کی طرف سے آئے گی مگر آپ وہ ہاتھ پاؤں ضرور ماریں گے، آپ کو مارنے ہوں گے کہ وہ لوگ جو بغیر کام کے بیٹھے ہوئے ہیں ان کو ساتھ شامل کر لیں۔ اس کے نتیجے میں طبعی طور پر آپ میں حوصلہ پیدا ہوگا اور یہ لوگ فرشتوں کی طرح آپ کے دلوں کو طاقت بخشیں گے۔

پس اپنے میں سے بھی آدمی ڈھونڈیں اور ان کی تربیت کریں اور جو نئی قومیں ہم میں داخل ہو رہی ہیں ان پر جلد از جلد ذمہ داریوں کے بوجھ ڈالیں۔ میں نے افریقہ کے احمدیوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ اگر غربت ہے تو خواہ ایک پیسہ لینا ہو ان کو یہ نہ کہو کہ ہمیں تم اپنی آمد کا سولہواں حصہ ضرور دو۔ میری طرف سے اجازت ہے ان کو آپ کہیں کہ اگر تم ایک دمڑی، ایک پیسہ بھی دے سکتے ہو تو خدا کے حضور پیش کرنا ہے تم نے، دعا کرتے ہوئے اللہ کے حضور پیش کرو کہ اے خدا میں یہ اپنی طاقت سمجھتا ہوں اور پھر یہ دعا جب کرو گے کہ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ تو یہ دعا خود

آپ کے اندر سے ایک مذکر پیدا کر دے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو اجازتیں لیتے ہیں یا شروع میں کم دیتے ہیں کہ ہم میں اتنی طاقت نہیں اگر وہ دعا گو ہوں تو ضرور ان کے اندر انقلاب برپا ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے تو کہا تھا طاقت کی حد تک بوجھ ڈالنا ہم تو طاقت سے بہت کم پیش کر رہے ہیں اور اگر دعا میں طاقت ہو یا Sincerity اور خلوص ہو تو یہ خیال پیدا ہو یا نہ ہو یہ دعا پکڑ لیتی ہے اور ان کو پتا ہی نہیں لگتا یہ ہوا کیا ہے، ان کے دل میں عجیب عجیب طرح کی ندامتیں پیدا ہونے لگتی ہیں اور بعض لوگ مجھے خط لکھتے ہیں اور حیرت انگیز باتیں لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں ہم روتے ہوئے خط لکھ رہے ہیں۔ ہمیں ہوا کیا تھا؟ ہم نے کیوں تھوڑے کی درخواست کی تھی۔ ہم نے اپنی زندگی گنوائی اور کہتے ہیں ہم وعدہ کرتے ہیں ہم آئندہ بھی دیں گے پچھلا بھی پورا کریں گے مگر خدا کے لئے یہ سہولت ہم سے اٹھا لیں کیونکہ اب جیا نہیں جاتا اس سہولت کے ساتھ اور پھر اللہ ان کے مالوں میں برکت ڈالتا ہے اور ان کے ایمان میں برکت ڈالتا ہے ان کے کاموں کی توفیق میں برکت ڈالتا ہے۔ تو عجیب لیکھے ہیں، یہ مضمون ہی الگ ہیں، کچھ ان کے لطف تو اٹھا کے دیکھو۔ یہ وہ بوجھ نہیں ہیں جو بوجھ پڑتے ہوں تو زیادہ انسان بوجھل ہو جائے یہ تو وہ بوجھ ہیں جب پڑتے ہیں تو جسم ہلکے ہونے لگتے ہیں کیونکہ خدا پھر خود ان بوجھوں کو اٹھاتا ہے۔

وَاعْفُ عَنَّا کا مضمون یہی تو سمجھا رہا ہے کہ طاقت کے مطابق ڈالنا لیکن عفو سے کام لینا تا کہ ہم ان بوجھوں کو اٹھاتے ہوئے بالکل تکلیف محسوس نہ کریں۔ اگر یہ مضمون اس میں نہ ہو تو عفو کے معنے ہی کچھ نہیں ہیں۔ وَاغْفِرْ لَنَا اور جو کمزوریاں ہم میں ہیں ان سے بخشش سے کام لینا۔ جو ہم پہلے کر بیٹھے ہیں ان کے نقصان اب ہم نہ اٹھائیں۔ وَاغْفِرْ لَنَا کا مضمون اس دور سے تعلق رکھتا ہے جب اپنی نااہلی کی وجہ سے، اپنی کمزوریوں کی وجہ سے ہم نے اپنی طاقتوں کو پوری صلاحیت عطا نہیں کی اور اب ترس رہے ہیں کاش ہم میں طاقت ہوتی تو ہم آگے بڑھ کر زیادہ کام کر سکتے۔ وَاغْفِرْ لَنَا اے خدا ہماری کوتاہیوں کو بخش دینا اور ان کے بد نتائج سے ہمیں محفوظ رکھنا۔ وَارْحَمْنَا اور یہ حالت قابل رحم ہے ایک آدمی دعا کرتا ہے مجھے طاقت کے مطابق دے پھر ڈرتا ہے کہ اس کے باوجود میں کچھ بھی نہیں کر سکوں گا میری تو بہت تھوڑی طاقت ہے۔ یہ حالت ہی بڑی قابل رحم ہے اس لئے دعا کا آخری نتیجہ یہ نکلا وَارْحَمْنَا ہم سے رحم کا سلوک فرمانا جیسے ماں باپ

بچوں سے رحم کا سلوک کرتے ہیں اور اس رحم کے سلوک کی یادیں ان کو پھر دعاؤں پر مجبور کرتی ہیں وہ اپنے بوڑھے، کمزور ماں باپ کے لئے دعائیں کرتے ہیں جیسے انہوں نے ہم پر رحم فرمایا تھا اے خدا تو اب ان پر رحم فرما۔

تو یہ وہ مضمون ہے جس کو سمجھتے ہوئے ان بڑھتے ہوئے بوجھوں کو ہم اٹھا سکیں گے۔ اگر ہم نے ان مضامین کو نہ سمجھا، اگر ان کا حق ادا نہ کیا، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح ہدایات اور روشنی کے باوجود اپنے بڑھتے ہوئے بوجھوں کو ہلکا کرنے کی کوشش نہ کی یعنی ہلکا ان معنوں میں کہ ہمیں ہلکے محسوس ہوں اور بڑھتے ہوئے ان معنوں میں کہ جتنے ہلکے محسوس ہوں اور بڑھتے چلے جائیں اور ہم انہیں ہلکا سمجھتے رہیں، یہ وہ کام ہے جس کام کے نتیجے میں دنیا میں انقلاب برپا ہوں گے۔ وہ تو شروع ہو چکے ہیں، ہو رہے ہیں لیکن فکر یہ ہے کہ یہ نہ ہو کہ ہمارے پھل ہماری طاقت سے آگے بڑھ جائیں۔ جس طرح بعض دفعہ میں نے بیان کیا تھا کہ سندھ میں بھی میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ فصلیں بہت زیادہ ہوں تو مصیبت پڑ جاتی ہے زمیندار کو، مزدور جن کو آنے کی عادت ہوتی ہے وہ اسی رفتار سے اسی تعداد میں آتے ہیں اور کپاس اتنی ہوگئی ہے اس سال یا مرچیں اتنی ہوگئی ہیں کہ وہ سنبھالی نہیں جاتیں، وہ پھر ٹوٹ ٹوٹ کر مٹی میں ملتی اور گلتی ہیں، مرچوں کی فصلیں تو میں نے دیکھا ہے بہت ضائع ہو جاتی ہیں اگر مزدور وقت پہ نہ ملیں تو۔ تو آپ کی فصلیں تو مرچوں سے بہتر ہیں آپ کی فصلیں تو کپاس سے بہت زیادہ اعلیٰ درجے کی ہیں۔ ان فصلوں کو سنبھالنا تو آپ کے لئے ایک زندگی کا روگ بن جانا چاہئے۔ روگ ان معنوں میں کہ اگر ضائع ہو تو غم لگ جائے، تکلیف محسوس ہو۔

اور یہ آخری بات ہے جس کی طرف میں آپ کو اس خطبے میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ آنے والوں کی ذمہ داریوں کے غم نہ لگا لیں، جب تک آپ اپنے کمزور بھائیوں کے غم نہ لگا لیں، آپ کو ان کو اپنے ساتھ شامل کرنے کی توفیق نہیں مل سکتی۔ یہ غم ہے جو انسان میں طاقت پیدا کرتا ہے یہ اور طرح کا غم ہے جس کی میں بات کر رہا ہوں۔ ایک ماں کا غم ہے اپنے بچے کے لئے جو جانتی ہے کہ میرے دوسرے بچوں میں تو بڑی صلاحیتیں ہیں اس میں بھی ہونی چاہئیں تھیں مگر یہ کمزور رہ گیا ہے۔ کئی مائیں ہیں بعض دفعہ ملاقات میں رو پڑتی ہیں کہ یہ بچہ پتا نہیں کیوں دین کی طرف نہیں آ رہا

اس کو میں سمجھاتی ہوں لیکن اس کی طرف توجہ پیدا نہیں ہوتی جبکہ دوسرے بچے اللہ کے فضل سے بہت اچھے ہیں، بڑے مخلص ہیں، نمازوں میں بھی بہت اچھے ہیں۔

تو مراد یہ ہے کہ صلاحیتیں ہوں اور پھر ان کو پورا نہ کیا جائے اگر محبت ہو تو پھر غم لگتا ہے۔ اگر محبت نہ ہو تو کوڑی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو بنی نوع انسان سے اگر سچی محبت ہو، اگر جماعت سے سچی محبت ہو، اس کے مقاصد سے سچی محبت ہو تو کوئی آدمی بھی چین کی زندگی بسر نہیں کر سکتا جب تک اپنے کمزوروں کا غم نہ لگا لے اور جب غم لگے گا تو ہر وقت آپ کو فکر رہے گی۔ پھر یہ ضروری نہیں ہوگا کہ عہدیدار آپ کے دروازے کھٹکھٹائے اور آپ کو کہے کہ فلاں کو بیدار کرنے کی کوشش کرو، فلاں کو آگے بڑھانے کی کوشش کرو، پھر آپ کا غم آپ کو مجبور کرے گا۔ ہر وقت یہ سوچیں گے کہ وہ کمزور بھی رہ گیا ہے، وہ کمزور بھی رہ گیا ہے کیوں نہ اس کو بھی ساتھ شامل کیا جائے تو ساری جماعت میں ایک کھلبلی سی مچ جائے گی اور یہ غم ہے جو حیرت انگیز سکھ پیدا کرے گا۔ دیکھو بہت سے سکھ ہیں جو لازماً غموں کی کوکھ سے پھوٹتے ہیں۔ اگر وہ غم نہ ہوں تو وہ سکھ بھی نہیں آتے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ ماں کو بغیر تکلیف کے بھی بچہ عطا کر سکتا تھا مگر بچے کی غیر معمولی محبت کی خاطر ماں کو ان دکھوں سے گزارا جاتا ہے اور ان دکھوں کا اس بچے کی محبت سے ایک گہرا ذاتی تعلق ہے۔ لوگ سوچتے نہیں ان باتوں کو، بعض دفعہ جہالت میں کہہ دیتے ہیں کہ ماؤں کو تکلیف کیوں ہوتی ہے اور بے تکلیف کے یونہی بچے ہوتے تو گلیوں میں رلتے پھرتے۔ کوئی ان کو نہ پوچھتا، ماؤں کو بھی ان کی کوڑی کی پرواہ نہ ہوتی۔ یہ نو مہینے کا دکھ ہے وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (لقمان: 15) کمزوری کے بعد کمزوری پھر بھی مائیں اسے اٹھائے پھرتی ہیں اور بڑی محنت کرنی پڑتی ہے پھر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو دیکھو کس اذیت سے، بعض دفعہ جان کا خطرہ بن کر آتا ہے۔ اس سے تو پھر پیار ہونا ہی ہونا ہے یہ ایک فطرتی بات ہے وہ یہ چیز محبت پیدا کر دیتی ہے۔ پس ماں کے غم سے بچے کی محبت پھوٹتی ہے۔ ماں کے غم میں وہ رحمت ہے جو اسے ہمیشہ بچے سے ایسا پیار کرنے کی توفیق بخشتی ہے کہ کبھی کسی رشتے میں ایسا پیار آپ کو دکھائی نہیں دے گا۔

پس اس پہلو سے غم لگانا بہت ضروری ہے۔ یہ محض ٹھنڈے دلوں کی باتیں نہیں ہیں ٹھنڈی باتوں کے لیکھے نہیں ہیں یہ تو آپ کو اللہ سے پیار کے نتیجے میں اس کے بندوں کا غم لگانا ہوگا۔ جب غم لگ جائے گا تو پھر اور بھی بہت سی باتیں پیدا ہوں گی پھر دعائیں جو اٹھیں گی ان میں بڑی رفعتیں پیدا

ہو جائیں گی ان میں آسمان کے کنگرے ہلانے کی طاقتیں پیدا ہو جائیں گی۔ پھر آپ کو راتوں کو اٹھ کے تہجد پڑھنے کی بھی توفیق مل جائے گی۔ پھر آپ کو اس پیار سے بات کرنے کی توفیق ملے گی کہ جس پیار کی نصیحت ضائع نہیں جایا کرتی۔ آپ کی اکثر نصیحتیں اس وجہ سے بے کار جاتی ہیں کہ ان میں پیار کی بجائے تلخی ہوتی ہے اور بسا اوقات تکبر ہوتا ہے۔ اگر ایک انسان خود نمازی ہو اور دوسرے کو بے نمازی دیکھ کر اس طرح اس کو کہے کہ بڑا تو محروم انسان ہے، نماز بھی نہیں پڑھ سکتا اور دل میں یہ خیال ہو کہ دیکھو میں نمازی بن گیا ہوں اس لئے تو بے حیثیت چیز ہے۔ تو اس کی نصیحت اس بے نمازی پر بھی بے کار جائے گی اور اپنی نماز کو بھی کھا جائے گی، نہ باہر کچھ رہے گا نہ اندر کچھ رہے گا لیکن اگر محبت اور رحمت کے نتیجے میں کسی کا غم لگا ہو تو اس کی نصیحت میں شان ہی اور پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ باہر کی نمازیں بھی پیدا کرتی ہے اور اندر کی نمازوں کی شان بھی بڑھاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ آپ خدا کی خاطر خدا کے کاموں میں غم لگا بیٹھیں دیکھو اپنی تجارتوں میں، اپنے دنیا کے کاموں میں آپ غم لگائے پھرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار ہا بڑی حسرت سے یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ جو میری جماعت میں ہوتے ہوئے دنیا کے غموں میں دن رات لگے ہوئے ہیں مجھے ان کے تصور سے تکلیف پہنچتی ہے وہ دین کا غم لگا کے تو دیکھیں۔ اگر وہ دین کا غم لگائیں گے تو ان کو اپنے غم لگانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ ایک اور نسخہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے ہاتھوں میں تھما دیا ہے اور بڑا کارگر نسخہ ہے۔ بار ہا ہم نے دوسروں میں دیکھا، اپنی ذات میں دیکھا ہر جگہ یہ نسخہ حیرت انگیز طور پر طاقتور اور کارفرما دکھائی دیا۔

کئی دفعہ میں نے بعض بزرگ صحابہ کی مثالیں دی ہیں کہ وہ اس نسخے کو باقاعدہ عمداً اس طرح استعمال کیا کرتے تھے جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مریض پر کوئی نسخہ استعمال کرتا ہے اور ان میں ہمارے حضرت عبدالرحمٰنؓ صاحب مہر سنگھ جو سکھوں میں سے آئے تھے لیکن بڑے ولی اللہ اور بزرگ اور ملہم اور سچے رؤیا اور کشوف دیکھنے والے بزرگ بن چکے تھے۔ حیرت ہوتی تھی دیکھ کر، ایک دفعہ میں قادیان گیا جب وہ بھی ساتھ تھے تو ان کے جو سکھ دوسرے ملنے والے ان کے گاؤں سے آئے ہوئے تھے ان کے اندر زمین آسمان کا فرق تھا۔ حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے خاک کی چٹکی سے کیمیا بنا دیا اور وہ خود بھی محسوس کرتے تھے وہاں کے ماحول والے سارے کہ یہ کچھ کا کچھ بن چکا ہے۔ ان کا یہ دستور تھا ان کو جب مالی تنگی ہو اب یہ نسخہ پہلے آپ نے شاید نہ سنا ہو، میں نے سنا ہو تو اور بات ہے، لیکن عموماً لوگوں کو پتا نہیں کہ یہ بھی ایک نسخہ ہے، مالی تنگی محسوس ہوتی تھی تو بجائے اس کے کہ زیادہ وقت مال کمانے پہ لگائیں سارے کام چھوڑ کے تبلیغ کو نکل جاتے تھے اور فارمولا یہ بنایا ہوا تھا کہ میں اللہ کے کام کرتا ہوں اللہ میرے کام کرے گا اور کرتا تھا، کبھی بھی اس میں ناکامی نہیں ہوئی۔ ان کے واقعات جو اس وقت بھی سننے میں آئے اب بھی شاید ان کی اولاد نے محفوظ کئے ہوں ان میں حیرت انگیز اعجازی نشانات ہوتے تھے۔ وہ کام پہ گئے ہیں خدا کے کام پر تبلیغ شروع کی رات کو واپس آئے تو پتا لگا کہ منی آرڈر آیا پڑا ہے کسی کی طرف سے تحفے کے طور پر، وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ رقم کہیں سے آئے گی اور وہ تحفہ مل جایا کرتا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ تو خود کام بنا دیتا ہے لیکن اگر غم لگا کر اس کے کاموں کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں اور اس کے کاموں پر نگاہ رکھیں۔ پس جتنی قومیں ہم میں نئی آ رہی ہیں خواہ اس ملک میں ہوں یا جرمنی میں ہوں یا افریقہ میں ہوں یا Far East میں جو بحرالکاہل کے جزائر ہیں ان میں ہوں، ہر طرف ایک ہی نسخہ ہے جو کام کرے گا آپ کو اپنی صلاحیتیں بڑھانے کے لئے اپنے بوجھ بڑھانے ہوں گے اور جن پر بوجھ نہیں ہے ان پر بوجھ ڈالنے ہوں گے، جلد از جلد بھرتی شروع کریں اور کام میں آپ کو اتنے بتا چکا ہوں کہ اگر آپ نے کرنے ہیں تو اس تعداد سے ہو ہی نہیں سکتے۔ بھی بہت ہی زیادہ ہیں اور بہت ہی اہم کام ہیں، ہماری بقا کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہیں آپ کو لازماً آدمی چاہئیں۔ تو بجائے اس کے کہ یہ سمجھیں کہ جو چار گنتی کے آدمی کام کر رہے ہیں وہی اچھے ہیں اس تکبر میں مبتلا نہ ہوں۔ جن کو آپ برا سمجھتے ہیں ان کو پیار سے پکڑیں اور سمجھائیں ان میں سے حیرت انگیز طور پر ایسے کیسے کام کرنے والے نکل آئیں گے جو آپ سے بھی بہتر ثابت ہوں گے یعنی ہو سکتا ہے کہ بہتر ثابت ہوں پھر تمام نئے آنے والوں کو کسی طرح کاموں میں ملوث کریں۔ اس دفعہ جرمنی کے دورے پر جو بات میں نے خاص طور پر دیکھی ہے اس نصیحت کے نتیجے میں جن جن جماعتوں میں نئے آنے والوں پر ذمہ داری ڈالی گئی ہے ان کی تو کیفیت بدل چکی ہے۔ جن پر کوئی بوجھ ڈالا گیا ہے وہ تو پہچانا نہیں جاتا یوں لگتا ہے جیسے صحابہ کی اولاد ہو۔ تمام انداز بدل گئے، نہ یورپ کا اثر، نہ سفید فام

کی طرف منسوب ہونے کا وہم ان کی راہ میں اور خدمت دین کی راہ میں حائل ہو یا ہوسکتا ہے، اب وہ مٹی بن گئے۔ پس عجیب بات ہے کہ مٹی سے آدمی بنتا ہے اور جب آدمی بنتا ہے تو پھر وہ مٹی ہو جاتا ہے وہ خدا کی راہ میں خاک ہو جاتا ہے اور یہی عرض کرتا ہے کہ میں تو خاک ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میں اپنی حیثیت نہیں بھولا اے خدا تو نے مجھے بہت ترقی دی بہت اونچی اڑانیں بخشیں مگر میں جانتا ہوں کہ میں ہوں کیا۔ پس خاک سے اٹھنے والا آدمی ہمیشہ خاک کی طرف لوٹتا ہے اور یہی سچا انکسار ہے جو خدا کو پسند آتا ہے۔ یہی وہ انکسار ہے جس سے نبی بنتے ہیں، جس سے صدیق بنتے ہیں، جس سے شہید پیدا ہوتے ہیں، جس سے ولی اٹھتے ہیں۔ پس اس خاک سے آپ بھی اٹھیں خود آدم بنیں اور آدم بن کر پھر مٹی ہو جائیں اور پھر آپ کی مٹی سے اور آدم اٹھیں، یہ وہ دور ہے جب ہمیں اس کثرت کے ساتھ بار بار نئے پیدا ہونے والے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خطبہ ثانیہ میں تشہد کے بعد حضور انور نے فرمایا:

''صدر صاحب انصار اللہ سوئٹزر لینڈ بشیر احمد صاحب طاہر کی طرف سے یہ فیکس موصول ہوئی ہے کہ اس خطبہ میں ہمارے لئے بھی دعا کی درخواست کر دیں۔ آج نماز جمعہ کے بعد ہمارا چوتھا سالانہ اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ اللہ ان کے اس اجتماع میں برکت ڈالے اور کثرت کے ساتھ ان میں کامیاب داعی الی اللہ پیدا فرمائے، یعنی سلطان نصیر عطا کرے۔''